اسلام میں قانون اور اخلاق کا باہمی تعلق

تحریر: سید عبدالمالک، شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

قانون اور اخلاق کے باہمی تعلق سے متعلق اسلام نے جو نقطۂ نظر پیش کیا ہے وہ دیگر مذاہب، مغربی فلاسفہ اور ماہرین قانون واخلاق کے پیش کردہ تصورات سے مختلف ہے۔ اسلامی تصور قانون واخلاق کو زیر بحث لانے سے قبل ضروری ہے کہ غیر اسلامی نظریات کا ایک مختصر اور جامع خاکہ بطور تمہید پیش کیا جائے۔ اس وقت دو بڑے مذاہب یہودیت اور نصرانیت ہیں جو قانون اور اخلاق کے باہمی ربط و مماثلت کے اعتبار سے عدم تکمیل کے شکار ہیں جیسا کہ سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں:

"توراۃ محض قانون ہے، اور انجیل محض اخلاق، اسی لئے یہ دونوں الگ الگ امن وامان اور عدل وانصاف کے قیام اور فتنہ وفساد اور بدیوں اور برائیوں کے انسداد کیلئے پوری طرح کافی نہیں"(۱)

گویا ہر دو مذاہب قانون اور اخلاق کے باہمی ارتباط کے حوالہ سے افراط وتفریط کے شکار ہیں۔

مذکورہ عنوان مغربی ماہرین قانون کے درمیان بھی متنازعہ فیہ رہا ہے چنانچہ نظریاتی اعتبار سے مغربی قانون دان دو مکاتب فکر میں منقسم ہیں۔ ایک طبقہ عیسائی علماء کا ہے جس کا نظریہ یہ ہے کہ قانون، اخلاق اور مذہب کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے چنانچہ الفرڈ ڈیننگ (Alfred Denning) نے لکھا ہے:

" In primitive communities religion, morals and law were) indistinguishbly mixed together."(2)

(قدیم معاشروں میں مذہب، اخلاق اور قانون باہم اس قدر مربوط تھے کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا تھا) دوسرا طبقہ ان آزاد خیال دانشوروں پر مشتمل ہے جن کا تصور یہ ہے کہ قانون اور اخلاق کا آپس میں قطعاً کچھ تعلق نہیں ہے(۳) یہ جماعت اخلاقی تصورات کو قانون میں سمودینے کی سخت مخالف ہے۔ ایک مغربی مفکر نے مجرد نظریہ قانون کی تشریح یوں کی ہے:

It (law) lays down rigid rules which must be obeyed with out questioning whethere they are rigid or wrong. Its function is to "keep order, nor to do justice"(4)

(قانون جامد قواعد بناتا ہے جن کی بغیر چون وچرا اطاعت لازمی ہے چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط۔ قانون کا وظیفہ حکم صادر کرنا ہے، نہ کہ انصاف کا قیام)

قانون اور اخلاق کے بارے میں مغربی ماہرین قانون کے درمیان اختلاف اثباتیت (Positivism) اور فطریت (Naturalism) کے اعتبار سے بھی پایا جاتا ہے(۵) چنانچہ ایک مغربی دانشور نے لکھا ہے:

" The debate between Naturalists, who claim that law is best explained by reference to natural moral principles... , and positivists, who claim that law is best understood formally as a system of orders, Commands, rules, and so forth, enforced by force."(6)

(فطرت پسندوں کے یہاں قانون اور اخلاق کے حوالے سے اہم نکتہ یہ ہے کہ قانون کو نظام اخلاق کے حوالے سے ہی بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے جبکہ اثباتیت پسند مفکرین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قانون ایک باقاعدہ نظام ہے جو فرامین، احکامات اور قواعد وغیرہ سے عبارت ہے اور بہ عینہ اسے طاقت کے ذریعے نافذ کیاجاتا ہے) پس ایک گروہ کا مطمع نظر یہ ہے کہ قانون میں اخلاقی عنصر بہر صورت شامل ہے۔قانون کو انصاف کے تعلق سے پہچاناجاتا ہے۔ قانون کا منشاء محض حکم دینا نہیں بلکہ اس کا مقصد اصلاح ہے جبکہ دوسری جماعت جابرانہ تصور قانون کی قائل ہے یعنی قانون محض حکم سے عبارت ہے جس کی پیروی لوگوں کےلئے بہر صورت لازمی ہے۔خلاصہ کلام یہ کہ مغربی ماہرین قانون نے قانون اور اخلاق کے باہمی تعلق کی بابت جو نظریات پیش کئے ہیں ان میں نہ صرف یگانیت کا فقدان ہے بلکہ بسااوقات وہ ایک دوسرے سے متصادم بھی نظر آتے ہیں جبکہ اس کے علی الرغم اسلامی تصور قانون واخلاق اس سے یکسر مختلف ہے۔ آئندہ سطور میں اسلامی نقطۂ نظر کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر

اسلامی قانون کی بنیادی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قانون اور اخلاق کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ دونوں کے ماخذ ایک ہیں یعنی کتاب وسنت ۔ ہر دو کا منشاء تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت ہے۔دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہیں۔قانون اور اخلاق کے باہمی ربط کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف میں اخلاق کو فقہ کا جزء لاینفک قرار دیا ہے۔ بقول ان کے:ھو معرفۃ النفس مالھا وماعلیھا"(۷)(فقہ نفس اور اس کے حقوق وفرائض کو جاننے کا نام ہے) عصر جدید کے محققین کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے بتصریح ایک مفکر:اور

اس میں ہر قسم کی معرفت شامل ہے، یعنی کل علوم دینیہ کی معرفت (۰۰۰۰)، بلکہ بعض نے اسے مزید وسعت دے کر جملہ مالھا سے کل حقوق نفس مراد لئے ہیں اور ماعلیھا سے انسان کے کل فرائض اور ذمہ داریاں، اس طرح فقہ گویا کل اعتقادیات (مثلاً ایمان وغیرہ) کل وجدانیات (مثلاً اخلاق باطنہ وملکات نفسانیہ)، کل عملیات (مثلاً صوم، صلواۃ اور بیع) کی معرفت کا نام ہوا۔ دوسرے الفاظ میں علم کلام، علم اخلاق وتصوف اور علم معاملات سب ہی فقہ میں شامل ہیں(۸) خلاصہ بحث یہ کہ اسلام میں قانون اور اخلاق لازم وملزوم ہیں۔ دونوں ایک ہی کل کے دو اجزا، اور ایک ہی اصل کی فروع ہیں۔

اخلاق بطور منبع قانون

اکثر حکماء اخلاق نے اخلاق کا سرچشمہ انسان کے طبعی قوی اور فطرت انسانی کو قرار دیا ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے:

"الخلق عبارة عن هيئة فی النفس راسخة، عنها تصدرالافعال بسهولة ويسرمن غيرحاجة الی فكروروية فان كانت الهيئة بحيث تصدر عنها الافعال الجميلة المحمودة عقلاً وشرعا سميت تلك الهيئة خلقا حسنا، وان كان الصادر عنها الافعال القبيحة سميت الهيئة التی هی المصدر خلقاسيئا (۹)

(خلق نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ھیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بسہولت اور بلاتکلف صادر ہوں۔ اگر افعال عقلاً وشرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ھیئت کو خلق نیک اور اگر برے اور قابل مذمت ہوں تو خلق بد کہتے ہیں)

گویا اخلاق کا سرچشمہ انسانی فطرت ہے اور انسانی اعمال کے نیک وبد کا پیمانہ انسان کا دل اور اس کا نفس ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"استفت نفسک ،البرمااطمئن اليه القلب واطمئنت اليه النفس والاثم ماحاک فی القلب وتردد فی النفس وان افتاک الناس"(۱۰)

(بھلائی اور برائی کے بارے میں اپنے نفس سے فیصلہ طلب کرو اور یہ سمجھ لو کہ نیکی وہ عمل ہے جس کو دل اور نفس مطمئن ہو اور برائی وہ عمل ہے جو دل میں کھٹکتا ہو اور تردد وخلجان کا باعث ہو، ہر چند کہ لوگ تجھے اس کا کرنا جائز ہی کیوں نہ بتائیں)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ اچھائی اور برائی میں امتیاز کرسکے اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کرسکے۔ اس بات کی وضاحت شاہ ولی اللہ نے یوں کی ہے:

"خص اللّٰہتعالیٰ الانسان بادراک زائد وعقل مستوفی ودس فیہ معرفۃ بارئہ والعبادۃ لہ وانواع مایرتفقون بہ فی معاشھم وھو الفطرۃ"(۱۱)

(انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وادراک کی نعمت سے نواز کر سب سے افضل مخلوق بنایا اور اس کی فطرت میں یہ خاصیت رکھ دی کہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عبادت پر مائل ہو، نیز اس کو ارتفاقات ضروریہ کا علم بھی جبلی طور پر عطا فرمایا جس پر اس کی حیات بسر کرنے کا نظام قائم ہے)

غرض یہ کہ اسلام دین فطرت ہے اس کے جملہ احکام انسانی فطرت کے عین موافق ہیں اور فطرت انسانی ہی اخلاق کا سرچشمہ ہے اس طرح قانون کا منبع اخلاق ٹھہرتا ہے۔

اساسی اصول اور ان کا اخلاقی پہلو

فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ مثلاً: "حرج، قلت تکلیف، رخصت واستثنیٰ "اور اصول اباحت وغیرہ ایسے فطری ضوابط ہیں جن کی انسانی فطرت خواہش مند ہے اور ان میں سے بیشتر کی اساس اخلاق پر ہے، مثلاً اسلامی قانون میں بوقت مشقت سہولت کا حددرجہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ فقہی کلیہ ہے:

"المشقۃ تجلب التیسیر"(۱۲)(مشقت سہولت لاتی ہے)اس قاعدے کو فقہاء نے کلام پاک کی اس آیت کریمہ سے اخذ کیاہے:"یریداللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر"(۱۳)(اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ چاہتا ہے تمہیں مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا)

اسلامی قانون میں اعمال کا انحصار نیت پر ہے چنانچہ فقہی اصول ہے:

"لاثواب الا بالنیۃ"(۱۴)(حصول ثواب نیت پر موقوف ہے)

اس کلیے کی بنیاد فقہاء نے اس حدیث نبویؐ پر رکھی ہے:

"انما الاعمال بالنیات"(۱۵)(اعمال کا دار ومدار نیت پر ہے)اسی طرح شریعت اسلامیہ میں ہر بات میں اس کا مقصد دیکھاجاتاہے جیساکہ فقہی قاعدہ ہے:

"الامور بمقاصدھا"(۱۶)(ہر بات میں اس کا مقصد دیکھاجائے گا)

دفع ضرر سے متعلق فقہی قواعد درج ذیل ہیں:

"لا ضرر ولا ضرار"(۱۷)(نہ کوئی نقصان اٹھایاجائے اور نہ کسی کو نقصان پہنچایاجائے)ایک اور فقہی قاعدہ ہے:"الضرر یزال"(۱۸) (ضرر کا ازالہ ہونا چاہیے)ایک اور اساسی اصول ہے:"الضررالاشد یزال بالضرر الا خف"(۱۹)(شدید

ضرر کا ازالہ نسبتاً خفیف ضرر سے کیاجائے گا)
دفع فساد کی بابت اسلامی قانون کے اصول یہ ہیں:
"درء المفاسد اولی من جلب المنافع"(۲۰)(فسادات کا دفع کرنا حصول فوائد سے اولی ہے)ایک اور فقہی قاعدہ ہے:
"یختار اهون الشرین"(۲۱)(دو برائیوں میں سے کمتر برائی کو اختیار کیا جائے گا)حرام سے متعلق قواعد کلیہ یہ ہیں:
"ماحرم اخذه حرم اعطاؤه"(۲۲)(جس چیز کا لینا حرام ہو، اس کا دینا بھی حرام ہے)ایک اور فقہی اصول ہے:"ماحرم فعله حرم طلبه"(۲۳)(جس کا کرنا حرام ہو، دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم دینا بھی حرام ہے)

علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ میں عرف کا خاصا اعتبار ہے۔ فقہی اصول ہے:"الثابت بالعرف کالثابت بالنص"(۲۴)(جو شے عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت کے حکم میں ہے)الاشباہ والنظائر میں عادت کی تعریف کے ضمن میں انسانی طبیعت ہی کو اصل قرار دیا گیا ہے:العادة عبارة عما یستقر فی النفوس من الامور المتکررة المقبولة عند الطباع السلیمة"(۲۵)(عادت اس سے عبارت ہے کہ جو باتیں طبیعت سلیمہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں ان کی تکرار سے انسان کے اندر وہ جگہ پکڑلیں)پس اسلامی قانون میں فطرت انسانی، ملکۂ نفسانی، انسان کے طبعی قومی اور اس کے جذبات واحساسات کا خاصا اعتبار کیاگیاہے۔خلاصۂ بحث یہ کہ شریعت اسلامیہ کے اکثر فقہی قواعد واصول کی اساس اخلاق پر ہے نیز قانون اسلامی اور فطرت انسانی میں نہ محض موافقت پائی جاتی ہے بلکہ انسان کی طبیعت سلیمہ سے صادرشدہ اخلاق حسنہ ہی شریعت اسلامیہ کا منبع اور مخزن ہیں۔

اخلاق بحیثیت غایت قانون

پورے اسلامی نظام حیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ مقصدیت اور مصلحت ہی تمام اسلامی احکامات وتعلیمات کی بنیاد ہے۔ ابن قیم کا بیان ہے:"ان الشریعة مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی

المعاش والمعاد"(٢٦) (شریعت اسلامیہ کی اساس حکمتوں اور لوگوں کے دنیاوی و اخروی مصالح پر ہے)عزالدین بن عبدالسلام اس سلسلہ میں لکھتےہیں:"ان الدین کلھا مصالح امادرء مفاسداوجلب منافع"(٢٧)(اسلامی شریعت سراسر مصلحت سے عبارت ہے خواہ درء مفاسد کے طور پر یا جلب منافع کی صورت میں)واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ میں جس قسم کا تصور مصلحت پایا جاتاہے وہ محض نفسانی خواہشات اور حیات دنیوی کی کامیابی وسعادت تک، محدود نہیں بلکہ وہ دنیا وآخرت دونوں کی فلاح سے عبارت ہے . علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی تشریح طلب ہے کہ اسلام میں مصلحت کی کسوٹی "مکارم اخلاق" ہے. بقول علال الفاسی:"مکارم الاخلاق مقیاس کل،مصلحت عامة واساس کل مقصد من مقاصد الاسلام"(٢٨)(مکارم اخلاق ہر شرعی مصلحت کا معیار اور جملہ مقاصد اسلام کی بنیا ہے)خلاصۂ کلام یہ کہ پورے اسلامی نظام حیات کی غرض وغایت ، کردار سازی اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے .

اسلامی عقائد اور اخلاق

الف۔ عقیدۂ توحید کی اخلاقی جہت

اسلامی اخلاق کی اساس توحید خداوندی پر ایمان ہے. اسی عقیدے کی بنا پر اس کے اخلاقی نظام کی عمارت استوار ہوتی ہے. عقیدہٗ توحیدکی پختگی سے ایک مسلمان کے اندر جو اعلی اخلاقی صفات پیدا ہوتےہیں ان کا اس کے بغیر تصور بھی نہیں کیاجاسکتا. مزید براں یہ عقیدہ انسان کے دل سے تمام برے جذبات کا خاتمہ کردیتاہے جیسے طمع، لالچ ، مایوسی ، شرک، بے صبری اور پست ہمتی وغیرہ. غرض یہ کہ تصور توحید کے نتائج وآثار فضائل اخلاق کی صورت میں برآمد ہوتےہیں. جیساکہ سیدسلیمان ندوی نے لکھا ہے:"ایمان جو گو مذہب کا اصل الاصول ہےلیکن اس بنا پر کہ وہ دل کے اندر کی بات ہے ، جس کو کوئی دوسرا نہیں جانتا(. . . .) اس لئے اس ایمان کی پہچان اس کے نتائج وآثار یعنی اخلاق حسنہ کو قرار دیا گیا ہے"(٢٩)یہی سبب ہے کہ معلم اخلاقؐ نے ایمان کی تکمیل کے لئے اخلاق حسنہ کو شرط قرار دیا ہے.حدیث

نبویؐ ہے: "اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقاً" (۳۰) (مسلمانوں میں ایمان کے لحاظ سے کامل ترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے) حاصل بحث یہ کہ اسلامی نظام اخلاق توحید کے نقطے سے شروع ہوتاہے اور توحید ہی پر جاکے ختم ہوتاہے۔ نیز ایمان اور مکارم اخلاق لازم وملزوم ہیں اور اخلاق حسنہ ایمان کی خارجی علامت ہے۔

ب۔ عقیدۂ رسالت کا اخلاقی پہلو

عقیدۂ رسالت کی بنیادبھی اخلاق حسنہ پر ہے۔ یہی وجہ ہےکہ اللہتعالیٰ نےنبی صلی اللہعلیہ وسلم کو اخلاق کےاعلی درجہ پر فائز کیاہے۔ارشاد ربانی ہے: "وانک لعلی خلق عظیم" (۳۱) (اور بےشک تواخلاق کےاعلی درجہ پر ہے) تمام مسلمانوں کیلئےمعلم اخلاق (صلی اللہعلیہ وسلم) کی ذات میں بہترین نمونہ تقلید ہےچنانچہ فرمان الٰہی ہے: "لقدکان لکم فی رسول اللہاسوۃحسنۃ" (۳۲) (تمہارے لئےاللہ کے رسول میں بہترین نمونہ تقلیدموجود ہے) ان قرآنی ارشادات کی رو سے نبی اکرم صلی اللہعلیہ وسلم کی اخلاقی زندگی کواپناناہرمسلمان کامذہبی فریضہ ہے۔ نبی کریم (صلی اللہعلیہ وسلم) کےاسوہ حسنہ پر عمل پیراہونامکارم اخلاق کےحصول کاسب سےاہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ حضورصلی اللہعلیہ وسلم نے اپنی بعثت کامقصد ہی تکمیل اخلاق بتایا ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" (۳۳) (بےشک مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیاہے) غرض یہ کہ معلم اخلاق کے اتباع ہی سے ایک انسان اخلاق حسنہ کے اعلی مقام پر فائز ہوسکتاہے۔

ج۔ عقیدۂ آخرت کی اخلاقی جہت

عقیدہ آخرت سے انسان کے اندر خوف الٰہی پیدا ہوتاہے اوراللہ کے سامنے جواب دہی ، جزا وسزا اور ذمہ داری کے جذبات واحساسات ابھرنےلگتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: "واتقوااللہواعلموا انکم ملقوہ" (۳۴) (اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تم کو اس کے پاس حاضر ہونا ہے) قرآن مجید میں اخروی سزا کی

کیفیت یوں بیان کی گئی ہے: "نار جھنم اشد حرا" (۳۵) (جہنم کی آگ دینا کی گرمی سے زیادہ سخت ہے) تصور آخرت سے انسان کی اخلاقی سیرت کو استقامت میسر آتی ہے۔ عصر جدید کے ایک مفکر نے لکھا ہے:

"پس اخلاق کے نقطہ نظر سے آخرت کا یہ اسلامی تصور دو اہم فائدے عطا کرتا ہے جو کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتے۔ ایک یہ کہ اس سے اصول اخلاق کو غایت درجہ کا استحکام نصیب ہوتا ہے جس میں تزلزل کا کوئی خطرہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سے انسان کی اخلاقی سیرت کو وہ استقامت میسر آتی ہے جس میں (بشرط ایمان) انحراف کا کوئی اندیشہ نہیں (۳۶) حاصل کلام یہ کہ عقیدۂ آخرت سے انسان کے اندر وہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف پیدا ہوتے ہیں جن کا اس عقیدے کے بغیر تصور مشکل ہے۔

عبادات کی اخلاقی جہت

اسلام میں ایمانی عقائد کے بعد عبادات کا درجہ ہے جن کی غایت بھی اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی، حصول تقوی اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون" (۳۷)
(اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا، تاکہ تم کو تقوی حاصل ہو) گویا اسلام میں جملہ عبادات کا فلسفہ تقوی کا حصول ہے۔ مثلاً نماز کی مقصدیت قرآن حکیم میں یوں بیان ہوئی ہے: "ان الصلواۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" (۳۸) بلاشبہ نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے)

رمضان کے روزوں کی مقصدیت بھی حصول تقوی ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے: "کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" (۳۹) (تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی دار بنو) اسی طرح زکواۃ کا بنیادی مقصد بھی تزکیہ نفس ہے قرآن مجید میں ہے: "وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی" (۴۰) (اس شخص

کو جہنم سے دور رکھا جائے گا جو خدا سے ڈرنے والا ہو اور جو اپنے تزکیہ کی خاطر دولت دوسروں کو دیتاہے)ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:"خذ من اموالھم صدقۃ تطھروھم وتزکیھم بھا"(۴۱)(ان کے مالوں میں سے زکواۃ لے کر ان کو پاک وصاف بنا)

حج کا مقصد بھی تزکیہ نفس ہے مثلاً مراسم حج کی غایت قرآن حکیم میں دلوں کی پرہیزگاری بتائی گئی ہے..:"ذلک ومن یعظم شعائراللّٰہ فانھا من تقوی القلوب"(۴۲)(یہ ہے اور جو اللہ کے شعائر کا ادب کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے.ایام حج میں قربانی کا مقصد محض خون بہانا نہیں بلکہ حصول تقوی ہے جیساکہ ارشاد ربانی ہے:"لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم"(خدا کے پاس قربانیوں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا، اس کے پاس صرف تمہارا تقوی پہنچتا ہے)جو آدمی حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ زادہ راہ لے کر چلے کیونکہ بہترین زادراہ تقوی ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:"وتزودوا فان خیرالزادالتقوی"(۴۴) (زاد راہ لے کر چلو، کیونکہ بہترین زاد راہ پرہیزگاری ہے)حاجی کیلئے ضروری ہے کہ وہ آداب حج کا بہرصورت لحاظ رکھے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج. وما تفعلو من خیر یعلمہ اللّٰہ"(۴۵)(تو جوان مہینوں میں حج اپنے اوپر فرض کرے تو حج میں نہ عورت کے ساتھ بےپردہ ہونا اور نہ گناہ کرنا، اور نہ جھگڑا کرناہے، اور جو بھی نیک کام کرو اللہ اس کو جانتاہے)جس نے محض رضائے الٰہی کےلئے حج کیا وہ پاک صاف ہوجاتاہے. چنانچہ حدیث نبوی ہے:"من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ"(۴٦)(جس نے خدا کیلئے حج کیا، اور اس میں ہوس رانی نہ کی، اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہوکر لوٹتاہے جیسے اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا)غرض یہ کہ اسلامی عقائد کے بعد اسلامی عبادات وہ اہم ذرائع ہیں کہ جن سے ایک مسلمان کا کردار بنتاہے اور اس کی تہذیب نفس ہوتی ہے.

معاملات کی اخلاقی جہت

اسلام میں جملہ معاملات کی اساس بھی اخلاق پر ہے . یہ انسانی مساوات اور وحدت انسانی کی بنیاد پر اپنے تمام معاشرتی روابط استوار کرنے کی ترغیب دیتاہے. چنانچہ فرمان الٰہی ہے :

"یایھاالناس اناخلقناکم من ذکروانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا. ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"(۴۷)

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو! تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقوی والا ہے) نیز دین اسلام نے اخوت کا درس دیتے ہوئے تمام مسلمانوں کو ایک وحدت میں جوڑدیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:"انما المؤمنون اخوۃ"(۴۸)(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں) (مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف نیکی اور تقوی کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور برائیوں سے ایک دوسرے کو روکیں)جیساکہ حکم ربانی ہے:"وتعاونوا علی البر والتقوی۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"(۴۹)(نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کرو)

معاملات میں نکاح بھی اسلام کے معاشرتی نظام کا ایک اہم شعبہ ہے اس کے ذریعہ پاک دامنی اور پاکیزگی جیسے اوصاف حمیدہ انسان کے اندر جنم لیتے ہیں اور انسان بے حیائی اور برے کاموں سے بچتا ہے۔ جامعہ ازھر کے ایک عالم نے فلسفہ نکاح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فالنکاح مانع من النظر بشھوۃ الی غیرہا ھوحل لہ فی الغالب ۔ بحیث لوخالف ھذہ الفضیلۃ لجاء الضرر من وجہین۔ اکتساب الرذیلۃ ۔ وایجاد العداوۃ بینہ وبین ممن یھتک عرضہ بالزنا والفسق وایجاد ھذا مخل بنظام العالم کمالایخفی ،وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم (من تزوج فقد احرز شطر دینہ فلیتق اللہ فی الشطر الاخر"(۵۰)

(نکاح ان غیر محرم عورتوں کی طرف بنظر شہوت دیکھنے سے مانع ہے جو اکثر و بیشتر حالات میں اس کے لئے حلال ہوتی ہیں(یعنی ان سے شادی کرنا)لہذا اگر وہ اس خوبی کی مخالفت کرے گا تو اس کا نتیجہ دو طرح کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوگا۔(۱) اس طرح وہ ایک بہت بری اور گھٹیا حرکت کا ارتکاب کرے گا۔(۲)اس سے اس کے اور اس شخص کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا ہوجائے گی، زنا اور بدکاری کے ساتھ جس کی عزت آبرو کو اس نے پائمال کیا ہوگا۔ زنا کو رواج دینے سے نظام عالم تہہ و بالا ہوجائے گا جیساکہ مخفی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جس نے شادی کرلی اس نے اپنے

نصف دین کی حفاظت کا اہتمام کرلیا اور باقی نصف میں بھی اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے) پس نکاح کا مقصد ایمان واخلاق کی حفاظت ہے۔

حدود وتعزیرات کی اخلاقی جہت

اسلامی سزاؤں سے انسانی معاشرے کی اخلاقی اصلاح مقصود ہے چنانچہ عبدالقادر عودہ نے اس کی صراحت یوں کی ہے:

"والمقصود من فرض عقوبة على عصيان امرالشارع هو اصلاح حال البشر، وحمايتهم من المفاسد، واستنقاذهم من الجهالة وارشادهم من الضلالة ، وكفهم عن المعاصى ، وبعثهم على الطاعة"(۵۱)

(شارع کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا مقرر کرنے کا مقصد انسانی معاشرے کی اصلاح، انسانوں کو برائیوں سے نجات دلانا، جہالت سے بچانا، گمراہی سے نکالنا، معاصی سے روکنا اور آمادہ اطاعت کرنا ہے) سزاؤں کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو، یہی سبب ہے کہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی لازمی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ولیشہد عذابھما طائفۃ من المومنین"(۵۲)(اور نیز ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیے) زیر نظر آیت کریمہ کے اس آخری حصہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت اسلامیہ کے پیش نظر سزا دینے کا مقصد عبرت انگیزی ہے۔

واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد ہی مصلحت پر ہے(۵۳) اور یہ مصلحت امام غزالی کے نزدیک مقاصد شریعت کی حفاظت سے تعبیر ہے جیسا کہ اس نے لکھا ہے:

"نعنى بالمصلة المحافظة على مقصود الشرع، ومقصود الشرع من الخلق خمسة وهو ان يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم فكل مايتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهومصلحة وكل مايفوت هذه الاصول فهو مفسدة ورفعها مصحلة"(۵۴)

(یعنی شریعت اسلامیہ میں مصلحت، مقاصد شارع کی حفاظت کا نام ہے اور شارع کو مخلوق کے پانچ امور کی حفاظت مقصود ہے: دین، نفس، عقل، نسل اور مال۔ ہر وہ چیز جو ان امور کی حفاظت کرے مصلحت ہے اور جو چیز ان مصالح کے ضیاع وتفویت کو شامل ہو وہ مفسدہ اور اس کا دفع کرنا مصلحت ہے) گویا اسلام میں مصلحت، کلیات خمسہ یعنی دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت سے عبارت ہے۔ ان

پانچ امور کی حمایت میں شریعت نے سزائیں مقرر کی ہیں۔ شریعت کی بنیاد اخلاق حسنہ پر ہے اور اسلامی سزائیں جرائم کے روک تھام اور اخلاق کو فروغ دینے کیلئے دی جاتی ہیں۔ غرض پوری اسلامی نظریۂ حیات کے تمام شعبے خواہ ایمانی عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ومناکحات ہوں یا معاہدات، عقوبات ہوں یا اخلاق، مالی معاملات ہوں یا معاشرتی احکام و آداب، حکومت وریاست کا دستوری نظام ہو یا بین الاقوامی نظام، سب کے سب ایمان کی بقا، اور تحفظ نیز حصول اخلاق وتقوی کی تکمیل کے مؤثر ترین ذرائع ہیں۔

اخلاق بطور لازمۂ قانون

اسلامی تصور قانون واخلاق مغرب سے بالکل مختلف ہے۔ مغرب میں قانون اور اخلاق کے دو معیاری نظام پائے جاتے ہیں۔ بتصریح ڈاکٹر تنزیل الرحمن: "مغربی فلاسفہ اور ماہرین قانون اس نظریے کے حامل نظر آتے ہیں کہ انسانی معاشرے میں بیک وقت قانون اور اخلاق کے دو معیاری نظام (Normative system) پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں نظام بعض مقامات پر ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں لیکن بعض مقامات پر ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں ہو پاتے"(۵۵) اس کے برعکس اسلام بیک وقت قانون واخلاق اور عدل واحسان دونوں کا مجموعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان"(۵۶) (بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے) یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات کے ساتھ ساتھ اعمال خیر کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے: "یا یھاالذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون"(۵۷) (اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو، اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکیاں کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ) غرض یہ کہ یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ شریعت میں قانون اور اخلاق لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کا منشاء ایک ہی ہے اور ہر دو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ سید سلیمان ندوی نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے: "اور گو ان دونوں کا منشاء ایک ہی ہے (۰۰۰۰) اور تنہا ان میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ کمی ہے، جس کی تلافی دوسرے سے ہوتی ہے قانون برائیوں کو روک دیتا ہے، مگر دل میں اس برائی کی طرف سے کراہت کا کوئی روحانی کیفیت پیدا نہیں کرتا"(۵۸) حاصل کلام یہ کہ اسلامی نظریہ قانون واخلاق مغربی قوانین اور الہامی مذاہب کے نظریات سے مختلف ہے۔ اسلام میں قانون اور اخلاق دونوں کے مصادر چونکہ ایک ہیں یعنی کتاب وسنت۔ اس لئے اسلام قانون واخلاق دونوں کا جامع ہے۔ اس کے علی الرغم مغربی قوانین میں چونکہ قانون اور اخلاق کے ماخذ مختلف ہیں اس لئے قانون اور اخلاق بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

الہامی مذاہب میں یہودیت اور نصرانیت قانون اور اخلاق کے باہمی ارتباط کے حوالہ سے افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ لیکن اسلام میں قانون اور اخلاق ایک ہی مربوط کل کے دو ایسے لاینفک اجزا ہیں جن کے مقاصد ایک ہیں۔

حواشی و مراجع

حواشی ومراجع

۱. سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۳۵۷ء، ج۶، ص۹۴

۲. Basil Mitechell, "Law, Morality and religion in a secular socicty", London, oxford university press, 1967, p. 104.

۳. جان آسٹن(John Austin)، ہارٹ(Hart) راسکو پاؤنڈ(Roscoe pound)، راز(Raz)، ہینز کیلسن(Hans Kelson) اور ہابس(Hobbes) وغیرہ مجرد نظریۂ قانون کے حامل ہیں جبکہ گرے (Gray)، فرائڈ مین Fried man اور سالمنڈ(Salmond) وغیرہ قانون اور اخلاق کے باہمی تعلق کے قائل ہیں۔

۴. Alfred Denning, " The changing law," London, Stevens and sons Limited, 1953,p.99

۵. Thomas Morawetz, " The philosophy of Law," London, collier Macmillan publishers, 1980, p.38.

۶. Ibid

۷. محمدعلی بن علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل کیڈمی، اردوبازار، لاہور، ۱۹۹۳، ج۱، ص۳۰

۸. ظہوراحمداظہر، فقہ، اردودائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ج۱۵، ص۳۹۶

٩. غزالی، احیاء علوم الدین، بیروت،دارالمعرفة للطباعة والنشر، ت.ن ،ج٣،ص٥٣
١٠. احمد بن حنبل،المسند،حدیث والبصة بن معبد الاسدیؓ)، مطبع المینیة ،١٣١٣ھ،ج٤،ص٢٢٨
١١. شاہ ولی اللہ، حجۃاللہالبالغہ، مکتبہ سلفیہ، لاہور،١٩٧٥،ج١،ص١٦٧
١٢. مجلة الاحکام العدلیہ، بیروت، المطبعة الدبیہ، ١٩٢٣،ص١٨
١٣. البقرہ،٢: ١٨٥
١٤. ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، دارالفکر، دمشق، ١٩٨٣ء،ص١٤
١٥. بخاری ، الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بذء الوحی الی رسول اللہؐ،ج١،ص٢
١٦. ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص٢٢
١٧. مجلة الاحکام العدلیہ،ص١٨
١٨. ایضاً
١٩. ایضاً،ص١٩
٢٠. ایضاً
٢١. ایضاً
٢٢. ایضاً،ص٢٠
٢٣. ایضاً
٢٤. محمد بن احمد، شرح سیر کبیر،م ن،ت ن،ج١،ص١١٥
٢٥. عثمان بن علی الزیلعی، الاشباہ والنظائر،م ن،ت ن،ص٦٤
٢٦. ابن قیم، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دارلجیل، بیروت،لبنان،١٩٧٣ء،ج٣،ص٣
٢٧. عزالدین بن عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، دارلجیل،١٤٠٠ھ،ج١،ص٩
٢٨. علال الفاسی، مقاصد الشریعة ومکارمها، الجزائر، مکتبہ الوحدة العربیة، ت ن ، ص١٨٧

۲۹. سید سلیمان ندوی، سیرۃ لنبی،ج۶،ص۱۲.۱۳
۳۰. علی المتقی، کنزالعمال، کتاب الاخلاق ، باب الاخلاق والافعال المحمودۃ،ج۳،ص۲
۳۱. القلم:۶۸.۴
۳۲. الاحزاب:۳۳.۲۱
۳۳. علی المتقی، کنزالعمال، کتاب الاخلاق ، باب الاخلاق والافعال المحمودۃ،ج۳،ص۱۶
۳۴. البقرۃ،۲:۲۲۳
۳۵. التوبہ،۹.۸۱
۳۶. ابوالاعلی مودودی، اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر، اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ)لاہور،۱۹۹۲ء،ص۴۱.۴۲
۳۷. البقرۃ،۲:۲۱
۳۸. العنکبوت،۲۹:۴۵
۳۹. البقرۃ،۲:۱۸۳
۴۰. اللیل،۹۲:۱۷.۱۸
۴۱. التوبہ،۹:۱۰۳
۴۲. الحج،۲۲:۳۲
۴۳. الحج،۲۲:۳۷
۴۴. البقرۃ،۲:۱۹۷
۴۵. البقرۃ،۲:۱۹۷

٤٦. بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور،ج٢،ص١٦٤

٤٧. الحجرات،٤٩:١٣

٤٨. الحجرات،٤٩:١٠

٤٩. المائده،٥:٢

٥٠. علی احمد الجرجاوی، حکمة التشریع وفلسفته ، طبع بالمطبعه
الیوسفیة،٢،شارع دارلکتب،١٣٨١ھ/١٩٦١ء،ص٨

٥١. عبدالقادرعوده، التشریع الجنائی الاسلامی ، داراحیاءالتراث العربی ،
بیروت، لبنان،١٤٠٥ھ/١٩٨٤ء،ج١،ص٦٠٩

٥٢. النور،٢٤:٢

٥٣. ابوالحسن علی بن ابی علی الامدی، الاحکام فی اصول الاحکام،
بیروت، دارالکتب العلمیه، ١٤٠٠ھ/١٩٨٠ء،ج٣،ص١٢

٥٤. غزالی، المستصفی من علم الاصول، مصطفی محمد،
مصر،١٣٠٦ھ،ج١،ص٢٨٦

٥٥. جسٹس تنزیل الرحمن، مجموعه قوانین اسلام، اداره تحقیقات اسلامی
،اسلام آباد،١٩٧٣ء،ج١،ص٦

٥٦. النحل،١٦:٩٠

٥٧. الحج،٢٢:٧٧

٥٨. سیدسلیمان ندوی،سیرة النبی،ج٦،ص١٩٤